بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

موجودہ ترکی کی ایک جھلک

ایڈیٹر برہان شروع ہی سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وہ اپنے اس طویل اور تاریخی سفر کے کسی مُشاہدے یا تاثر کا تذکرہ مُنتشر طور پر کرنا پسند نہیں کرتے، اُن کو جو کچھ کہنا ہے واپسی کے بعد مسلسل قسطوں کی صورت میں یکجائی طور پر لکھیں گے لیکن اس مہینے "نظرات" نہیں پہنچ سکے اس لئے نجی خط کا ایک حصہ جو موجودہ ترکی کے ایک خاص گوشے سے متعلق ہے، قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ —— عتیق الرحمن عثمانی

مجھے یہاں آئے ہوئے دو تین دن ہی ہوئے تھے، ایک مرتبہ اپنے ہوٹل سے نکل رہا تھا کہ اچانک ایک "جوڑے" کا سامنا ہوا، مرد اور عورت دونوں جوان فرنگی صورت اور فرنگی لباس، چہرہ مہرہ اور لباس کی یکسانیت کے باعث یہاں محض دیکھ کر پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ کس مذہب اور کس ملک کا آدمی ہے بہر حال مسلمان ہونے کا خیال تو ہوتا ہی نہیں لیکن مجھے سخت تعجب ہوا جب ان دونوں میاں بیوی نے میرے پاس سے گذرتے ہوئے "السّلام علیکم" کہا۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور انگریزی میں مزاج پُرسی کی، یہ دونوں ذرا جلدی میں تھے اس لئے فوراً روانہ ہو گئے۔ اور مزید کوئی بات چیت نہ ہو سکی، دوسرے دن انسٹیٹیوٹ گیا تو وہاں اس نوجوان سے پھر ملاقات ہوئی اور اب گفتگو کرنے پر علم ہوا کہ یہ ترک ہیں استنبول کے اسلامک انسٹی ٹیوٹ میں ریسرچ اسسٹنٹ ہیں، قانون میں ڈاکٹر ہیں، نام صالح طوغ ہے اور ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں ایک سال کیلئے فیلو ہو کر آئے ہیں، میں اگرچہ ان سے اب واقف ہوا مگر وہ مجھ سے پہلے سے واقف تھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ پہلی مرتبہ آمنا سامنا ہوتے ہی انھوں نے اسلامی طریقہ

پر سلام کیا تھا، ہم لوگ جمعہ کی نماز یہیں انسٹی ٹیوٹ میں پڑھتے ہیں، انسٹی ٹیوٹ کے مسلمان اساتذہ اور طلباء کے علاوہ شہر کے مسلمان اور یونیورسٹی کے مسلمان طلباء بھی خاصی تعداد میں ہوجاتے ہیں، پہلا جمعہ آیا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صالح طوغ بھی نمازیوں میں شریک تھے، ترکوں کی نسبت ہمارے ملک میں عام طور پر جو خیالات پائے جاتے ہیں اُن کے پیشِ نظر میں نے اس کو بہت غنیمت جانا کہ جمعہ کی نماز تو پڑھتے ہیں، مگر چند روز کے بعد ایک دوست کے ہاں طعامِ شب کی دعوت تھی میں مغرب سے پہلے ہی پہونچ گیا تھا، وہاں ڈاکٹر طوغ اور اُنکی بیوی بھی مدعو تھے، میرے پہونچنے کے کچھ دیر بعد یہ دونوں میاں بیوی اپنے نہایت خوبصورت اور تندرست تین برس کے بچہ کے ساتھ جس کا نام عبداللہ ہے، پہونچے اور آتے ہی فوراً جانماز کی فرمائش کی، ہمارے میزبان کی بیوی نے جو خود ماشاءاللہ نماز روزہ کی بڑی پابند ہیں جانماز لاکر پیش کی اور دونوں میاں بیوی نے نمازِ عصر ادا کی، تھوڑی دیر کے بعد مغرب کا وقت ہوگیا تو ہم نے جماعت کی، میں امام تھا اور خواجہ محمد شفیع، ڈاکٹر طوغ اُن کی بیوی اور ہمارے میزبان یہ سب مقتدی تھے، میزبان صاحب کی بیوی نے الگ نماز پڑھی، جیسا کہ میں نے ابھی بتایا مسز طوغ فرنگی لباس میں تھیں مگر فرق یہ تھا کہ انھوں نے گھٹنے تک ایک لانبی جوراب پہن رکھی تھی اور نماز پڑھتے وقت سر پر رومال اس طرح باندھ لیا تھا کہ کان بھی چھپ گئے تھے، اس کے علاوہ چہرہ پر ایک معصوم نسائیت اور آنکھوں میں حیا کا انداز تھا جو یہاں کم نظر آتا ہے۔ نماز کے بعد ہم لوگ ملاقات کے کمرہ میں آکر بیٹھے تو ڈاکٹر طوغ کا گلاب جیسا بچہ اِدھر اُدھر پھُدکتا اور اچھلتا کودتا پھر رہا تھا اسی اثنا میں ماں کبھی کبھی بچہ کو پکڑ کر گود میں بٹھا لیتی تھی اور ترکی زبان میں پوچھتی تھی "بولو! اللہ کیسا ہے؟ ہم کون ہیں؟ حضرت محمدؐ کون تھے؟ ہمارا مذہب کیا ہے؟ اُس کا کیا نام ہے؟ غرض کہ یہی باتیں تھیں جو وقفہ وقفہ سے بچہ سے کرتی رہیں یہ تو اُن دونوں کی مذہبی عبادت کی پابندی اور دین داری کا حال تھا، اب ان کے سوزِ قلب کا تذکرہ سُنئیے ہمارے انسٹیٹوٹ میں ایک پروفیسر ڈاکٹر رشیدی ہیں، یہ انڈونیشیا کے ہیں اور اپنے ملک کی طرف سے مصر پاکستان اور سعودی عرب میں سفیر رہ چکے ہیں، بڑے لائق اور فاضل ہیں، عربی، انگریزی اور فرانسیسی تینوں زبانوں کے ماہر ہیں، بڑے دین دار اور مذہبی بھی ہیں، مصری قرأت میں قرآن مجید اس قدر عمدہ پڑھتے ہیں کہ میں اکثر ان سے فرمائش کرکے قرآن سُنتا ہوں، مجھ پر غیر معمولی کرم فرماتے ہیں اس لئے اُن سے بڑی بے تکلفی اور

اخلاص کا معاملہ ہے تو ہاں جس زمانہ میں ڈاکٹر رشیدی سعودی عرب میں سفارت کے فرائض انجام دے رہے تھے انھوں نے حکومت انڈونیشیا کی فرمائش اور حکومت سعودیہ کی اجازت سے حج کی ایک فلم تیار کی تھی، یہاں انسٹیٹوٹ کے طلبا نے خواہش کی تو ڈاکٹر رشیدی نے انڈونیشیا کے سفارت خانہ سے فلم منگوا کر اُس کو دکھانے کا انتظام کیا۔ انسٹیٹوٹ کے سب اساتذہ وطلبا کے علاوہ یونیورسٹی کے بھی بہت سے لوگ موجود تھے، ڈاکٹر طوغ اور اُن کی بیوی میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ جوہنی مدینہ کے گنبدِ خضرا کا منظر سامنے آیا دونوں سے ضبط نہ ہوسکا اور بیساختہ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ گئی، جی تو میرا بھی بھر آیا، اور ایک میں ہی کیا، ہر مسلمان مرد اور عورت لڑکا اور لڑکی ہر ایک پر رقّت طاری ہوگئی، مگر اُن کا تو حال ہی کچھ اور تھا، زبان الفاظ، اور آنکھیں آنسوؤں کے ذریعہ درود وسلام کا نذرانہ پیش کر رہی تھیں، اگر کسی قوم کے افراد سے اُس کے متعلق کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے تو آپ اس سے محسوس کر سکتے ہیں کہ کمال اتاترک کے بعد مذہبی اعتبار سے اب ترکوں کا کیا حال ہے۔؟

اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے انسٹیٹوٹ میں ایک اور پروفیسر ہیں ڈاکٹر ولیم - یہ اسلامی تاریخ کے بڑے فاضل ہیں، اپنی ایک برس کی رخصت اسلامی ممالک میں گذار کر ابھی حال میں واپس آئے ہیں - ایک دن میں نے چائے نوشی پر گفتگو کرتے ہوئے اُن سے موجودہ ٹرکی میں اسلام کی حالت کے بارہ میں سوال کیا تو بولے " ٹرکی میں اسلام پھر از سرِ نو زندہ (REVIVE) ہو رہا ہے، میں تین ماہ ٹرکی میں رہا ہوں، اس مدت میں متعدد اسکول اور کالج دیکھے، متعدد نوجوان لڑکوں سے میں نے سوال کیا تو انھوں نے بڑے فخر سے کہا " ترک اور مسلمان دو چیزیں نہیں ہیں، ترک ہونے کے معنی ہی مسلمان ہونا ہے، ہم مسلمان ہیں اور اس پر ہمیں فخر ہے "۔

ڈاکٹر ولیم کے علاوہ خود ڈاکٹر طوغ سے اپنی نوٹ بک میں لکھنے کے لئے چند روز ہوئے میں نے چند سوالات کئے تھے اس کے انھوں نے جو جوابات دئے میں انہیں مختصراً آپ کو اس لئے لکھتا ہوں کہ آپ کو بھی ایک زمانہ میں ترکی اور ترک سے بڑا تعلق رہا ہے، موصوف نے کہا :-

" کمال اتاترک کی حکومت کے دو دور ہیں، پہلے دور میں جو ۲۳ء سے ۳۳ء تک ممتد ہے کمال اتاترک کی حیثیت ایک مذہبی رفارمر کی تھی، اس میں وہ جو کچھ کرتے تھے اصلاح کے نام

سے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نفس مذہب سے انہیں کوئی دشمنی نہیں ہے مگر ۱۹۳۳ء سے انھوں نے کھلم کھلاّ مذہب دشمنی شروع کردی، مرنے سے دو تین برس پہلے تک اُن کی یہی حالت رہی، اور اس دور میں انھوں نے عجیب عجیب مضحکہ انگیز حرکتیں کیں، مثلاً ایک مرتبہ انقرہ کے ایک مشہور ہوٹل میں جس کا نام پارک ہوٹل ہے، شام کے وقت بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے کہ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، ہوٹل سے بالکل متصل ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے، مؤذن نے اُس کے مینارہ پر چڑھ کر اذان کہی تو کمال آتا ترک کو غصہ آگیا اور حکم دیا کہ مینارہ گرادیا جائے اس کی تعمیل کی گئی، چنانچہ مسجد اب بھی موجود ہے، مگر مینارہ غائب! کمال آتا ترک کی زندگی میں یہاں نماز ہوتی تھی مگر کوئی اذان نہیں دے سکتا تھا، کمال آتا ترک کی مذہب دشمنی کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ ترکی میں وہ اسلامی فضا اور وہ اسلامی چہل پہل قائم نہیں رہی جو ترکی کی خصوصیت تھی لیکن ترکوں نے اسلام کو کبھی نہیں چھوڑا اور نہ وہ چھوڑ سکتے ہیں، چنانچہ کمال آتا ترک کے انتقال کے بعد سے ہی پھر فضا بدلنی شروع ہوگئی اور اب حالت یہ ہے کہ مسجدیں آباد ہیں، رمضان میں خاص طور پر روزانہ ہر مسجد میں چراغاں ہوتا ہے اور تراویح پڑھی جاتی ہیں، عید بقرعید کے تہوار بڑی دھوم سے منائے جاتے ہیں، نمازی اتنے ہوتے ہیں کہ مسجدیں کافی نہیں ہوتیں، سڑکوں تک پر صفیں ہوتی ہیں، ۱۹۵۰ء میں نوجوان ترکوں کی ایک پارٹی نے احیائے خلافت کی پھر کوشش کی تھی، مگر وہ کامیاب نہیں ہوئی، حکومت خود مذہبی تعلیم اور مذہبی اداروں کے قیام کی طرف متوجہ ہے، چنانچہ آج کل ترکی میں خود حکومت کے زیرِ انتظام پچیس (۲۵) مذہبی کالج ہیں جہاں امامت وخطابت کی تعلیم دی جاتی ہے، ان تمام کالجوں میں طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس کے علاوہ پرائمری تعلیم کے پانچ برسوں میں چوتھے اور پانچویں سال میں مذہبی تعلیم لازمی ہے، اس کے بعد سکنڈری کلاسوں میں لازمی نہیں بلکہ اختیاری ہے، یہ یاد رکھئے کہ ترکی میں پرائمری تعلیم ہر ایک کے لئے لازمی اور جبری ہے، اس کے علاوہ خاص قرآن مجید کی تعلیم کیلئے حکومت کی طرف سے ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر قصبہ میں جگہ جگہ سیکڑوں مکاتب قائم ہیں،

پھر چند کالج ایسے بھی ہیں جو عربی اور دینیات کی تعلیم کیلئے مخیر مسلمان ترکوں نے بطور خود بڑے پیمانہ پر قائم کئے اور انہیں چلا رہے ہیں۔ عام تعلیم کے علاوہ اسلامیات پر اعلیٰ ریسرچ کیلئے انسٹی ٹیوٹ الگ ہیں، چنانچہ استنبول یونیورسٹی کے ماتحت دو انسٹی ٹیوٹ ہیں۔ ایک اسلامک انسٹیٹیوٹ ۱۹۵۴ء میں قائم ہوا تھا۔ ہمارے ڈاکٹر حمید اللہ اسی انسٹیٹیوٹ میں پروفیسر ہیں جو سال میں تین مہینے کیلئے وہاں جاتے ہیں، ڈاکٹر صاحب کے علاوہ دو ایسوشیٹ پروفیسر اور دو ریسرچ اسسٹنٹ ہیں جن میں سے ایک ڈاکٹر طوغ ہیں، اس انسٹیٹیوٹ میں تعلیم نہیں ہوتی بلکہ یہ صرف ریسرچ کے لئے ہے۔ البتہ سال کے کچھ مہینوں میں ہفتہ میں ۲ دو دن اسلامیات پر سیمنار ہوتا ہے جس میں مختلف فیکلٹیوں کے اساتذہ اور طلباء شرکت کرتے ہیں، استنبول کا دوسرا انسٹیٹیوٹ ۱۹۵۸ء میں قائم ہوا ہے، اس کا نام ہائی انسٹیٹیوٹ آف اسلامکس ہے، اس کے بعد ابھی حال میں ایک اور اسلامک انسٹیٹیوٹ قونیہ میں قائم ہوا ہے، مذہبی تعلیم اور اسلامیات کی طرف اس توجہ کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ملک میں مذہبی لٹریچر کی پیداوار اور اُس کی اشاعت کی رفتار چند برسوں ہی میں بہت زیادہ ہو گئی ہے، چھوٹی بڑی کتابوں کے علاوہ متعدد مذہبی ماہنامے بھی ہیں جو پابندی سے چھپتے ہیں اور ملک میں مقبول ہیں، ان رسالوں میں انقرہ کے ۲ دو ماہنامے (۱) اسلام اور (۲) ہلال بہت مقبول اور کثیر الاشاعت ہیں، اور پھر لطف یہ ہے کہ ان رسالوں کے اڈیٹر مولوی مُلّا قسم کے لوگ نہیں بلکہ جدید تعلیم یافتہ ترک نوجوان ہیں، ملک میں شراب خانے ہیں مگر ایک حد معین ہے، کوئی شراب خانہ کسی مسجد کے قریب اُس مقررہ حد کے اندر قانوناً نہیں ہو سکتا ——"

فتاویٰ دار العلوم
(کامل آٹھ جلد)

مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ، مفتی دار العلوم دیوبند کے اُن ہزارہا فتاویٰ کا منتخب مجموعہ ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افتاء دار العلوم سے جاری فرمائے تھے .... قیمت اکیس ۲۱ روپے

ملنے کا پتہ :- **مکتبۂ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶**